پُرامن معاشرہ کی ضرورت اور تشکیل

مسلم محمود

آج دنیا میں ہر جگہ امن وامان کا قیام ایک سنگین مسئلہ ہے۔ ترقی پذیر ممالک ہوں یا ترقی یافتہ سب ہی اس سے دوچار ہیں، حتیٰ کہ پسماندہ ممالک بھی۔ قتل و غارت گری، چوری ولوٹ بازاری، دھوکہ و جعل سازی، رشوت وسودخوری، تشدد ودہشت گردی اور بے حیائی و بدکاری نے ہر شخص کا چین وسکون غارت کررکھا ہے۔ عدالتیں مقدموں سے اور جیلیں قیدیوں سے بھری پڑی ہیں۔ انصاف کے متلاشی لوگ عدالتوں کے چکر لگارہے ہیں یا انصاف کے انتظار میں اس دنیا سے کوچ کررہے ہیں۔

جرائم پر کنٹرول کے بہت سے فارمولے آزمائے جاچکے ہیں اور آزمائے جارہے ہیں، لیکن کوئی مستقل حل آج تک میسر نہیں ہوا ہے اور جرائم دن بدن بڑھتے ہی جارہے ہیں۔

اس مسئلہ کے حل کے لیے اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو رسولؐ کا دور جو مثالی دور تھا اسے ہم اپنے لیے نمونہ بنا سکتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں تشریف لائے تو معاشرہ بدامنی کا شکار تھا۔ قتل وغارت گری، لوٹ مار، ظلم و زیادتی، سودخوری، زنا و بدکاری اور جوا جیسے جرائم عام تھے۔ نہ کسی کی عزت محفوظ تھی اور نہ مال واسباب۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ 23 سال کے مختصر عرصہ میں یہی معاشرہ امن کا گہوارہ بن گیا اور ساری سماجی برائیوں کا جڑ سے خاتمہ ہوگیا۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن میں ایمان والوں کو مخاطب کرکے فرمایا ہے ”تم خیر امت ہو اور تمہیں برائیوں کو مٹانے اور اچھائیوں کو پھیلانے کی ذمہ داری دی گئی ہے۔“ لہٰذا ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ سماجی برائیوں کے دور میں خاموش تماشائی نہ بنا رہے، برائی کو مٹانے اور اچھائی کو فروغ دینے کی ذمہ داری ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ”تم میں ایک گروہ ضرور ایسا ہونا چاہیے جو اچھائی کو فروغ دے اور برائی کو روکے۔“

اس پُرآشوب دور میں جہاں فتنہ پردازی، افراتفری، سماجی برائیاں اور دیگر وبائیں عام ہیں، ان کا شکار اچھے اور برے سب لوگ ہوتے ہیں۔ ایسے حالات میں بحیثیت مہذب انسان ہماری کیا ذمہ داری ہے؟ اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، تاکہ برائیوں کے خلاف ہم آواز اٹھاسکیں اور ان کے خاتمہ کی کوششوں میں اپنا رول ادا کرسکیں۔

اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے ہمیں سمجھنا ہوگا کہ اللہ کے رسولؐ نے سودخوری، شراب نوشی، جسم فروشی، قتل و غارت، لوٹ مار جیسے سنگین مسائل کو کیسے کنٹرول کیا اور ان برائیوں کو روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو کیسے نافذ کیا۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ جس نے ہمیں پیدا کیا وہ ہمارے ماضی، حال اور مستقبل سے بخوبی واقف ہے اور وہ جانتا ہے کہ کونسا عمل ہمارے لیے برا ہے اور کونسا اچھا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ نے جن کاموں سے منع کیا ان سے ہم دور رہیں، جیسا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شراب اور جوئے کو گناہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں فائدہ سے زیادہ نقصان ہے۔ یہ بات اللہ سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا، کیوں کہ وہی اس عالم کے رازوں سے واقف ہے، اسی نے ہر شئے کو تخلیق کیا ہے، لہٰذا ہم اللہ کے احکامات پر عمل پیرا ہوں۔

برائیوں پر کنٹرول کا سب سے بڑا حل یہ ہے کہ انسانی سوچ بدلی جائے، اس لیے کہ دماغ برائیوں کی جڑ ہے۔ دماغ کو نفس کی غلامی سے روکا جائے ورنہ نفس تو برائی کی طرف راغب ہوتا ہے اور اسی نفس پر کنٹرول انسان کی آزمائش ہے۔ اس کے بعد کامیابی، اجر اور انعامات پر ایمان ہی انسان کو بھلائی کی رغبت دلاسکتا ہے اور برائی سے روک سکتا ہے۔

سوچ کی اصلاح اور پاکیزگی کے لیے اللہ کے رسولؐ نے لوگوں کو ایک اللہ پر ایمان، اس کی صفات اور طاقت کے اعتقاد کی دعوت دی، ان کے دلوں میں اللہ کی صفات پر یقین پیدا کیا کہ اللہ حاضر وناظر ہے، ہمارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے اور اس کے سامنے ہم جواب دہ ہیں۔ لوگوں کو مقصد زندگی سمجھایا اور قرآن کی آیات کی تعلیم دی اور اس زندگی کے بعد آنے والی زندگی کے استحضار کی تلقین کی جب ہر شخص کے اعمال کا حساب وکتاب ہوگا اور اس کے بعد اچھے اعمال پر جزا اور برے اعمال پر سزا دی جائے گی۔ اچھے لوگ جنت کے حقدار ہوں گے اور برے لوگ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ وہاں صحیح صحیح حساب ہوگا، فرار کا کوئی راستہ نہ ہوگا، مکمل انصاف کیا جائے گا۔

روز حساب پر یقین ایمان کا ایک ایسا عنصر ہے جو انسان کو اچھے اعمال کی ترغیب اور برے اعمال کا خوف اس کی ذات کے اندرون میں پیدا کرتا ہے۔ یہی سوچ کا انقلاب ہے اور جو افراد سے شروع ہوتا ہے اور سماج کی اصلاح تک پہنچ سکتا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے برائیوں سے بچنے کا حل بتایا اور قرآنی احکامات کو عام کیا جو ایک نیک اور پاک صاف معاشرے کی تشکیل کے لیے بنیادی درجہ رکھتے ہیں۔ مثلاً آپؐ نے نکاح کی تلقین کی اور نوجوانوں کو نکاح کی ترغیب دی اور ایسی مثالیں قائم کیں، جن میں مہر لڑکے کی حیثیت کے مطابق طے کیا اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتے ہوں ان کو روزہ رکھ کر شہوت پر قابو کرنے کا حل پیش فرمایا۔

قرآن کریم میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ مومن مرد اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، بے لگام ہوکر شہوت رانیاں نہ کرتے پھریں اور عورتوں کو حکم دیا کہ اپنی زینتوں کو چھپائیں اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں ڈالیں رکھیں۔ ان دونوں اقدامات پر عمل آوری انسانی معاشرہ کو بے حیائی اور بدکاری سے بچاتی اور اسے پاکیزگی وعظمت عطا کرتی ہے۔ بھکمری اور غربت کے حل کے طور پر اللہ کے رسولؐ نے اللہ کے حکم سے زکوٰۃ وصدقات کو متعارف کرایا اور بیت المال کا سسٹم قائم کیا جس میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں کا مالی تعاون اور دوسری سہولیات کا انتظام کیا گیا۔ اس طرح لوٹ مار، رہزنی اور چھین جھپٹ پر روک لگی۔

سود کو اللہ نے حرام قرار دیا اور اللہ کے رسولؐ نے اس حکم کا نفاذ کیا، سماج کو اس لعنت سے نجات دلائی جو امیر کو امیر اور غریب کو غریب بناتی ہے۔ دوسری سماجی برائیاں جیسے رشوت خوری، منافع خوری اور لوٹ مار کو حرام قرار دیا اور اس کے لیے سزائیں نافذ کیں۔ بہترین منصفانہ نظام قائم کیا تاکہ کوئی اس سے بچ کر نکل نہ سکے۔

حقوق العباد کی اہمیت کو اجاگر کیا اور اعلان کیا کہ اللہ بندے کی حق تلفی کو معاف نہیں کریگا، جب تک بندہ خود معاف نہ کرے یا اس کا معاوضہ نہ دے دے۔

انسان پر اہل خانہ، معاشرہ، والدین اور عام انسانوں کے حقوق کی وضاحت فرمائی اور اللہ کے سامنے اس کی جواب دہی کا خوف پیدا کیا اور اس کی سنگینی کو اجاگر کیا کہ حقوق العباد میں کوتاہی انسان کے سارے اچھے اعمال کو آخرت میں ضائع کرسکتی ہے۔

ان تمام احکامات و ہدایات کے بعد ایسے تمام جرائم پیشہ لوگوں کیلئے جو معاشرے میں بدامنی کا سبب بنے رہنا چاہتے ہیں، ان کیلئے سخت قوانین کا نفاذ اللہ کی مقرر کردہ حدود کے مطابق کیا گیا۔ تمام تر سہولتوں کے میسر کرانے اور مکمل مالی تعاون کے بعد بھی اگر کوئی چوری کا مرتکب ہوتو اس کے ہاتھ کاٹنے کی سزا اور زانی غیر شادی شدہ مرد وعورت دونوں کو 100 کوڑے اور شادی شدہ کیلئے سنگساری کی سزا مقرر کی گئی۔ تمام سزائیں برسرعام دیے جانے کی شرط بھی لگائی گئی تاکہ سزا ایک کو ہو اور نصیحت تمام لوگوں کو ہو جو اس کا مشاہدہ کریں یا اس کے بارے میں کسی طرح بھی جانیں۔ ان سزاؤں کے نفاذ میں کسی قسم کی نرمی نہ برتی گئی تاکہ مجرم کو بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملے۔

برائیوں کو روکنے کیلئے اچھے عمل اور عبادت کی ترغیب دی گئی، ان میں سب سے اہم عبادت نماز کو قائم کیا گیا تاکہ نیکی سے برائی کی جڑ کٹے۔ بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور بندے کو اللہ سے جوڑ کر رکھتی ہے۔

برائیوں کو روکنے کیلئے اجتماعی کوشش لازمی ہے۔ ارشاد رسولؐ ہے کہ جب کوئی برائی نظر آئے تو اس کو ہاتھ سے روکے اور اس کی قدرت نہ رکھتا ہوتو زبان سے روکے اور اگر وہ بھی ممکن نہ ہوتو دل سے برا سمجھے اور اس آخری کیفیت کو ایمان کی سب سے کمزور کیفیت قرار دیا۔

معاشرے کی برائی روکنا کسی فرد واحد کی ذمہ داری نہیں، یہ کوشش اجتماعی طور پر ہونی چاہیے۔ برائی اور اچھائی برابر نہیں ہوسکتیں۔ کسی کیلئے جائز نہیں کہ برائی سے خوفزدہ ہوکر زندگی گزارے۔

معاشرے کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ برائی کو روکنے کی کوشش کرے اور اس کے خلاف آواز اٹھائے تاکہ برائی معمولی بات بن کر نہ رہ جائے اور لوگ اس کے عادی نہ ہوجائیں اور برائی برائی نہ رہ جائے، اچھے برے کا فرق ختم نہ ہوجائے، ورنہ معاشرہ پرامن اور پرسکون نہیں رہ سکتا۔ ضمیر کی آواز، اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس اور سرعام سزاؤں کے نفاذ سے ہی معاشرے سے برائی کو دور کیا جاسکتا ہے۔ نیز انصاف کے تقاضوں کو بروقت پورا کرکے ہی پُرامن معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے۔

مومن کی زندگی مجاہدہ سے خالی نہیں

مولانا محمد عبدالحفیظ اسلامی

بندہ مومن کی زندگی مجاہدہ اور جدوجہد سے کبھی خالی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبؐ پر ایمان لاکر اس کے عین مطابق اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے عملی طور پر میدان میں آتے ہی مخالفتوں کا دور شروع ہوجاتا ہے اور یہ مخالفتیں کسی ایک سمت سے نہیں ہوتی بلکہ یہ ہمہ رخی ہوتی ہیں، اگر ان نازک حالات میں آدمی ڈر جائے اور اپنے موقف سے ہٹ جائے تو یقیناً وہ ناکام ہوجاتا ہے لیکن ایک بندے مومن جس کی پشت پر ہمیشہ اللہ تبارک تعالیٰ کی طاقت موجود رہتی ہے اور وہ اسی کے بل بوتے پر ہر آن اقامت حق اور غلبہ حق کیلئے کمر بستہ ہوکر کلمہ حق کو بلند کرنے اور کلمات کفر کو پست کرنے کی جدوجہد اور کوشش میں اپنی زندگی لگادیتا ہے۔ اور یہ بات حقیقت ہے کہ جو کوئی بھی اللہ کی راہ میں جدوجہد کرتا ہے اور اپنی طاقت کے مطابق اس کام میں اپنی صلاحیتوں کو لگادیتا ہے تو اس کا نفع خود اسے حاصل ہوتا ہے، جس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اللہ تبارک تعالیٰ نے جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰؐ پر آیت کریمہ کا نزول فرمایا جو سورہ العنکبوت میں موجود ہے۔ کہ جو شخص بھی مجاہدہ کرے گا اپنے ہی بھلے کیلئے کرے گا۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ جب ایک ایماندار آدمی حق کے راستے میں کوشش کرے گا تو اپنے رب کی مرضیات پر کامل طور پر عامل ہوجانے کے مواقع بھی میسر آجائیں گے۔ جس کے نتیجہ میں اس عارضی حیات کے امتحان میں کامیاب ہوکر ابدی زندگی میں سرخروی نصیب ہوتی ہے جو انسان کی فلاح وکامیابی کی اصل ہے اور یہ بات بھی ہمارے ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اس دنیا میں ہم جو کچھ بھی کوششیں اقامت حق کیلئے کریں گے اور دین اسلام کو سربلند کرنے کی سعی کریں تو یہ ہمارے ہی حق میں بہتری ہوگی اور اس میں صرف اور صرف ہمارا ہی فائدہ ہے اور اس میں ذرہ برابر بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی مفاد نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد فرمادیا گیا کہ ”اللہ یقیناً دنیاجہاں والوں سے بے نیاز ہے“۔

اس سلسلہ میں مفسرین کرام نے بہت وضاحت کے ساتھ دلنشین انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام کی سربلندی کیلئے مصروف جہاد رہتا ہے وہ خداوند کریم پر احسان نہیں کررہا بلکہ اس میں سراسر اس کا اپنا فائدہ ہے کیونکہ اگر اس نے جہاد نہ کیا اور کافر غالب آگئے تو اس کی آزادی چھن جائے گی اسے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا۔ اس کا گھربار، مال ومتاع تاخت وتاراج کردیا جائے گا۔ اس کی آبرو خاک میں مل جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ سفاک اور خدانا ترس دشمن اس کو اسلام چھوڑنے پر مجبور کردے۔ ان تمام حالات میں نقصان اسی کا ہوگا۔

الغرض جہاد کا اولین محاذ ان دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ پہلا یہ ہے کہ ”شیطانی تحریک سے پنجہ آزمائی اور اس کے نقش قدم پر چلنے سے اجتناب“ دوسرا یہ کہ ”نفس کی شرارتوں سے مقابلہ آرائی اور اس پر قابو پانا“ مندرجہ بالا دو مرحلوں میں جب آدمی کامیاب ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اتنا قوی اور مستحکم بنادیتا ہے جو ایک اور اہم جدوجہد کرنے کا اس میں حوصلہ پیدا ہوجاتا ہے وہ یہ ہے کہ ”اپنا خود ساختہ حکم چلانے اور بدی کو فروغ دینے والے حاکموں سے سامنا کرنے کی جرأت“ (اور یہ جرات وصلاحیت ’صالحیت‘ کے بغیر ناممکن سی چیز ہے)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ نے جہاد کے سلسلہ میں بہت عمدگی سے بات سمجھائی ہے وہ یوں رقم طراز ہوئے کہ ”جہاد بمعنی کسی انسان کی مقدور بھر کوشش جو اسلام کے نفاذ اور اس کی سربلندی کیلئے کی جائے پھر اس جہاد کے اقسام بھی متعدد ہیں اور محاذ بھی معتدد ہیں۔ اقسام سے مراد مثلاً زبان سے جہاد ایک دوسرے کو سمجھانا اور تلقین کرنا یا تقریروں کے ذریعہ تبلیغ کرنا اور قلم سے جہاد یعنی اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور اسلام پروار ہونے والے اعتراضات اور حملوں کا جواب لکھنا اور پھر اس کے بعد اجتماعی جہاد بالسیف یا قتال فی سبیل اللہ ہے اور جہاد کا سب سے پہلا محاذ انسان کا اپنا نفس ہے پھر اس کے بعد عزیز واقارب پھر اس کے بعد پورا معاشرہ ہے اور آخری محاذ قتال فی سبیل اللہ یعنی ان کافروں سے جنگ کرنا ہے جو اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہوگئے ہوں یا اسلام کو نیست و نابود کرنے پر تلے بیٹھے ہوں۔ جہاد اگر نفس سے کیا جائے گا تو جہاد کرنے والے کی اپنی اخلاقی اور روحانی اصلاح ہوگی اگر اجتماعی جہاد اپنے معاشرہ سے کیا جائے گا تو پورا معاشرہ بے حیائیوں سے اور ظلم وجور سے پاک ہوگا۔ جس قسم کا بھی جہاد کیا جائے گا بالآخر اس کا فائدہ جہاد کرنے والے کی ذات کو ہی پہنچے گا“ (تیسیر القرآن)

مذکورہ تحریر اس بات کی طرف اشارہ کررہی ہے کہ پہلے نمبر پر فرد کی اصلاح ہو پھر اس کے ذریعہ معاشرے کی تعمیر کی جائے جب یہ دو کام ہوتے رہیں گے تو اس بات کے امکانات بہت قوی ہوجاتے ہیں کہ ایک دن ریاست کی تشکیل ہوگی۔

مومن کو اس دنیا میں جو کشمکش کرنی ہے اس کی نوعیت یہی کچھ ہے اسے شیطان سے بھی لڑنا ہے جو اس کو ہر آن نیکی کے نقصانات سے ڈراتا اور بدی کے فائدوں اور لذتوں کا لالچ دلاتا رہتا ہے۔ اپنے نفس سے بھی لڑنا ہے جو اسے ہر وقت اپنی خواہشات کا غلام بنانے کیلئے زور لگاتا رہتا ہے۔ اپنے گھر سے لے کر آفاق تک کے ان تمام انسانوں سے بھی لڑنا ہے جن کے نظریات رجحانات، اصول اخلاق، رسم ورواج، طرز تمدن اور قوانین معیشت ومعاشرت دین حق سے متصادم ہوں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس بات سے آگاہ فرمادیا کہ انسان کا اللہ پر ایمان لاکر اس کی راہ میں جہاد کرنا اور مشقتیں اٹھانا یہ ایسا عظیم عمل ہے جس سے ترقی کی راہ ہموار ہوتی ہے اور مجاہدہ کرنے ہی سے آدمی بدی وگمراہی اور خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کی نافرمانی کے چکر سے آزاد ہوکر، حق وصداقت کی طرف گامزن ہوسکتا ہے اور آگے مزید یہ نکھار پیدا ہوجاتا ہے اور اتنی قوت عطا کردی جاتی ہے کہ دنیا میں خیر وامن کا جھنڈا الہرا سکے اور اسی حالت میں جب یہ دنیا سے رخصت ہوجائے تو جنت ودرجات جنت کا مستحق بنے۔

نعتِ رسولؐ

نبی سے عاشقانہ چاہتا ہوں
میں اب قسمت بنانا چاہتا ہوں
فقط فرمانِ آقا یاد رکھ کر
سبھی کچھ بھول جانا چاہتا ہوں
یہ کچھ کیا ہے سبھی کچھ کھو کے بھی میں
مدینہ پاک پانا چاہتا ہوں
کرو سرکار پیدا کوئی صورت
تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں
نبیؐ کا ذکرِ نوری کرکے اب میں
سوادِ دل مٹانا چاہتا ہوں
مجھے شہرِ نبی کی آرزو ہے
میں جنت کو بھی پانا چاہتا ہوں
نبیؐ کے عشق کے غم سے برآمد
میں اشکوں کا خزانہ چاہتا ہوں
خدایا اب درِ آقا پہ جا کر
میں حالِ دل سنانا چاہتا ہوں

ذکی طارق بارہ بنکوی

☆☆

شمعِ توحید و رسالت کا اجالا آ گیا
جب تصور میں ہمارے کملی والا آ گیا
پیار سے اخلاص سے ایثار کے جذبات سے
جس نے ان کے ہاتھ میں ہاتھوں کو ڈالا آ گیا
میکشو صہبائے نبویؐ کا تماشا دیکھ لو
تشنہ لب کے ہاتھ میں خود ہی پیالا آ گیا
ڈال دی جس پر محمدؐ نے محبت کی نگاہ
دل میں اس کے نورِ وحدت کا اجالا آ گیا
آپ کی بعثت پہ یہ گونجی صدا چاروں طرف
منتظر تھے جس کے پیغمبر نرالا آ گیا
جادۂ تاریک تر پر ہم پر تھے سرگرمِ سفر
جس نے ہم کو وقت پر آ کر سنبھالا آ گیا
کون تھا دنیا میں ہم کو پوچھنے والا مجیب
جس نے ہم کو پیار کے سانچے میں ڈھالا آ گیا

مولانا مجیب بستوی

اسلام اور کسبِ مال و معاش

ڈاکٹر حافظ کرناٹکی

انسانی زندگی کا مدار مادی اعتبار سے جسم کے لیے غذا فراہم کرنے پر منحصر ہے، مگر انسان صرف جسم ہی نہیں ہے وہ روح بھی ہے لہٰذا صالح اور فطری زندگی کا مدار روح کی تربیت و پاکیزگی اور جسم کی توانائی پر منحصر ہے۔ روح کی سا لمیت، پاکیزگی اور لطافت اور جسم کی توانائی اور نشوونما انسان کی فطرت کا حصّہ ہے۔ روح کی سا لمیت، پاکیزگی اور تربیت کو روحانی زندگی کے ارتقا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انسان کی روحانی تربیت واصلاح کا سامان روز اوّل سے اللہ نے رسول اور انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر انسان منشاء خداوندی سے نا آشنا ہوگا تو روحانی تربیت اور معرفت الٰہی کے لیے اپنی عقل کے مطابق کسی بھی راستے پر چل پڑے گا۔ اور بہت ممکن ہے کہ جوش تربیت میں اپنے نفس کو مشکلوں میں ڈال دے گا۔ جیسا کہ ہم دوسرے مذاہب میں آئے دن دیکھتے ہیں اس طرح رہبانیت اور دنیا بیزاری کا سلسلہ دراز ہوجاتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

اب رہی بات معاش، یا دولت کی تو اس کے بارے میں بھی انسان اوّل دن سے فکر منداور کوشاں ہے۔ اسلام نے انسانی زندگی کے فطری نشوونما کے لیے روح اور جسم دونوں کے تقاضوں کی تکمیل کا سامان مہیا کیا ہے۔ روح کی تربیت اور پاکیزگی کے لیے عبادات کو لازمی قرار دیا ہے۔ اور جسم کی دو بنیادی ضرورتوں غذا اور جنسی خواہشات کی تکمیل کا بھی مناسب اور فطری نظام اور ضابطہ مقرر کیا ہے۔ اس سے انحراف انسان کو آزمائش، اور مصیبت میں مبتلا کردیتا ہے۔ غذا چوں کہ انسانی جسم کی بقا اور نشوونما کے لیے لازمی چیز ہے اس لیے اللہ نے زمین و آسمان، شجر وحجر، چرند وپرند، سب کو انسان کے لیے مسخر کردیا ہے۔ افزائش دولت کے متعدد ذرائع مثلاً حیوانی (جانور) نباتاتی، کھیتی باڑی، باغ، بغیچہ، اور جماداتی کے علاوہ بحروبر میں موجود خزانوں کا قرآن مجید میں ذکر کیا ہے، یہ سب کے سب انسانوں کے لیے نفع رسانی کے ذرائع ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ؛

”ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمہارے لیے یہاں سامان زیست فراہم کیا مگر تم لوگ کم ہی شکرگذار ہوتے ہو۔“ (الاعراف ١٠)

اور سورہ ملک میں فرمایا ہے کہ؛ ”وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع کررکھا ہے، چلو اس کی چھاتی پر اور کھاؤ اللہ کا رزق اسی کے حضور تمہیں دوبارہ زندہ ہوکر جانا ہے۔“ (الملک ١٥)

اور سورہ لقمان میں فرمایا ہے کہ؛ ”کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمہارے لیے مسخر کررکھی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر تمام کردی ہیں۔“ (لقمان ٢٠)

دراصل رزق کی تقسیم کا فطری نظام ہی انسانی معاشرے کی بقاوسا لمیت کی اوّلین شرط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے معاش، ذرائع معاش اور مصارف معاش کے تعلق سے بہت واضح احکام دیے ہیں۔ مومن کو مال کہاں سے کیسے کمانا اور کہاں خرچ کرنا ہے؟ آخرت میں مومن سے جو پانچ سوال کیے جائیں گے ان میں سے دو سوال مال کمانے اور خرچ کرنے سے متعلق ہوں گے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ؛ ”قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں پاؤں نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے عمر کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں لگائی؟ اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کیا عمل کیا؟ اور مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا؟“

قرآن کریم نے اس حقیقت کو بار بار دہرایا ہے کہ تمام وسائل وذرائع جن پر انسان کی معاش کا انحصار ہے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں انہیں انسانیت کے لیے نفع بخش بنایا ہے اور انسان کو ان سے فائدہ اٹھانے اور ان پر تصرف کا اختیار بخشا ہے؛ ”اللہ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے ہر چیز کا خالق وہی ہے لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا کفیل ہے۔“ (انعام ١٠٣)

اور فرمایا خدائے پاک نے؛ ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ لین دین ہونا چاہیے آپس کی رضامندی سے اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقین مانو کہ اللہ تمہارے اوپر مہربان ہے۔“ (النسا٣٩)

مال کی محبت انسان کی فطرت میں داخل ہے انسان حصول مال کی تگ ودو میں ہر طرح کی جدّ وجہد کرنے کے لیے آمادہ ہوجاتا ہے۔ مال کی محبت میں بسا اوقات ہر حد سے گذر جاتا ہے۔ یہ محبت خونی رشتوں پر بھی حاوی ہوجاتی ہے۔ اپنے ملازمین، ماتحت اور کام کرنے والوں کے ساتھ استحصال کرنے پر بھی اکساتی ہے۔ حکومت سے ٹیکس چوری کرنے اور دوسروں کا حق دبانے پر بھی آمادہ کرتی ہے۔ غالباً ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ نے فرمایا ہے کہ؛ ”اور وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے۔“ (العادیات ٨)

قرآن کریم میں معاشی جدّ وجہد کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ مومن کی زندگی کے شب و روز کی تقسیم بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے رات کو سونے اور سکون و طمانیت حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے اور دن کو معاشی جدّ وجہد کا وقت بتایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ؛ ”اور رات کو پردہ پوش اور دن کو معاش کا وقت بنایا۔“ (انبیاء)

یہ آیت کریمہ مومن کی زندگی کے شب وروز کے حسن تقسیم کو بیان کرتی ہے مومن دن میں رزق کی فراہمی کے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہے اور رات میں اپنے جسم کو راحت وسکون پہونچاتا ہے۔ یہ اس لیے کہ رات دن کو اللہ نے تقسیم کیا ہے۔ امام ابواسحاقؒ نے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ؛ ”جب اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اس کے ساز وسامان کی مذمت فرمائی تو صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ دنیا سے الگ ہو جائیں عورتیں اور لذات دنیا کو چھوڑ کر عبادت میں لگ جائیں اس وقت حضورؐ نے ان کے اس ارادے کی تردید کی اور فرمایا؛ جو میرے طریقے سے اعراض کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور یہ آیت نازل ہونے کے باوجود کہ تمہارے اموال اور اولاد تمہارے لیے محض آزمائش ہیں لوگوں کے لیے کثرت مال واولاد کے لیے دعا فرمائی۔ جبکہ مال اور اولاد ہی دنیا ہے۔ آپؐ نے صحابہ کے لیے حلال طریقوں سے دنیا کو جمع کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی۔ آپؐ نے انہیں دنیا سے بے رغبتی نہیں سکھائی نہ دنیا کو چھوڑنے کا حکم دیا الّا یہ کہ ایسی غرض ظاہر ہو جس سے کسی کی حق تلفی ہوتی ہو، اور اس وجہ سے افراط وتفریط کا گمان پایا جاتا ہو بہ صورت دیگر اس کی کوئی ممانعت نہیں۔“

اسلام تجرد، ترک دنیا اور رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا ہے۔ اس کے نزدیک آسائش اور نعمت کا استعمال معیوب نہیں ہے۔ بلکہ وہ دنیا کی نعمتوں سے حدود وآداب کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے لطف اندوز ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ؛ ”اے نبی ان سے کہو کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام ونامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی وجہد راہ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کررہے ہیں۔“ (الاعراف ٣٢)

مومن ظاہری حسن و جمال سے آراستہ ہو اس کی ترغیب حضورؐ نے دی ہے۔ حضرت مالک بن نضلہ جشمیؓ روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرمؐ کے پاس بہت معمولی کپڑے پہن کر آئے تھے تو آپؐ نے فرمایا؛ کیا تمہارے پاس مال ودولت ہے؟ وہ بولے جی ہاں۔ سب کچھ ہے، آپؐ نے فرمایا؛ کس طرح کا مال ودولت ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام عطا کیے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال ودولت سے نوازا ہے تو اس کی نعمت اور اس کے فضل کے تم پر آثار بھی دکھائی دینے چاہئیں۔

دنیاوی زندگی کو بہتر بنانے اور گذارنے کے لیے معاش اور دولت کی ضرورت پڑتی ہی ہے۔ اس کے لیے محنت ومشقت دین کا مطالبہ ہے۔ اسلام مومن کی زندگی کو ہر لحاظ سے کامل بنانا چاہتا ہے۔ مومن بے سہارا تنگ دست اور مجبور نہ ہو اس لیے کسب معاش کی بار بار ترغیب دی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ؛ ”جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کرو اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کرو، احسان کرو جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے۔ اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کرو اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔“ (القصص)

اور فرمایا اللہ نے کہ؛ ”پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہو جائے۔“ (الجمعہ)

اس آیت کریمہ میں نماز سے فراغت اور عبادت کی ادائیگی کے بعد معاشی جدّ وجہد کی تعلیم دی گئی ہے۔ حصول معاش کے لیے تگ ودو اور محنت کرنا اسلام کی نظر میں پسندیدہ امر ہے بلکہ وہ اس کی ترغیب دیتا ہے۔ گویا اسلام مومن کو معاشی لحاظ سے خوش حال دیکھنا چاہتا ہے۔ مال کو قرآن کریم کی متعدد آیات میں فضل اور خیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ؛ ”یہ اسی کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات میں سکون حاصل کرو اور دن میں اپنے رب کا فضل تلاش کرو شاید کہ تم شکر گذار بنو۔“ (القصص ٧٣)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ؛ ”اور ہم نے دن کی نشانی کو روشن کردیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرسکو اور ماہ وسال کا حساب معلوم کرسکو اسی طرح ہم نے ہر چیز کو الگ الگ ممیّز کرکے رکھا۔“ (بنی اسرائیل ١٢)

حدیث میں بھی مال کو نعمت کہا گیا ہے۔ حضرت عمرو ابن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولؐ نے میرے پاس کہلا بھیجا؛ اپنے ہتھیاروں اور کپڑوں کو اکٹھا کرکے میرے پاس آجاؤ! میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ اس وقت وضو کررہے تھے فرمایا؛ اے عمرو! میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ تمہیں ایک سمت روانہ کروں اللہ تمہیں سلامت رکھے۔ اور تمہیں مال غنیمت عطا فرمائے اور کچھ مال میں تمہیں دوں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ میری ہجرت مال ودولت کے لیے نہ تھی۔ وہ تو محض اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے تھی۔ آپ نے فرمایا؛ اے عمرو! اچھا مال نیک شخص کے لیے اچھی شے ہے۔

یہ حدیث مال کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کرتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں مال فی نفسہ معیوب اور ناپسندیدہ چیز نہیں ہے۔ اگر اسے حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہو اور صالح انسان کے پاس ہو تو وہ نفع بخش ہے۔ مال اسی صورت میں فساد کا محرک بنتا ہے جب انسان کی نیت میں فساد آجائے اور وہ مال کا حریص بن جائے اور اس کے حصول اور خرچ میں اسلامی حدود کا پاس ولحاظ نہ رکھے۔ ایک دوسری حدیث سے بھی مال کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت ہوتی ہے۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ؛

”یہ مال ہرا بھرا اور دل آویز ہے، جو شخص اسے جائز طریقے سے حاصل کرے اور جائز مصارف میں خرچ کرے تو وہ بہترین مددگار ہے۔ اور جو شخص اسے ناجائز طریقے سے حاصل کرے تو وہ اس شخص کے مانند ہوتا ہے جو کھاتا رہتا ہے اور سیر نہیں ہوتا ہے اور وہ مال قیامت کے دن اس شخص کے خلاف گواہی دے گا۔“

گـــزارش

اسلامیات کے اس خصوصی صفحہ کے لئے حمدونعت، دینی و اصلاحی مضامین درج ذیل میل پر روانہ فرمائیں۔ شکریہ

islamiat.sahara@gmail.com